مقابلے میں لغت کے معنی یا کسی اور مطلب یا شرح (جیسی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منسوب ہے) کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کو حدیث کے کسی مستند مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا۔ تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ اس روایت کی سند معتبر نہیں ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اسے کسی مسلمان عالم نے قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ اور پھر حضور اکرمؐ کے صریح ارشادات کے مقابلے میں اس مجروح روایت کی کیا حیثیت ہے۔

دوسری قابل ذکر حدیث جو ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آنحضورؐ نے اپنے فرزند کے حوالے سے فرمایا کہ "اگر وہ زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے"۔ اس حدیث کو امام ابن الجوزی نے موضوعات کبیر میں جھوٹ اور غلط قرار دیا ہے۔ راویوں کے سلسلے میں ابو شعبہ نامی راوی غیر معتبر ہے۔ امام ترمذی کے نزدیک وہ قابل اعتبار نہیں اور امام نسائی کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد کا ارشاد ہے۔ کہ "اس روایت میں کوئی وزن نہیں"۔ امام ابو حاتم نے اسے (ابو شعبہ کو) حدیث کے معاملے میں ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ ان تمام وجوہ کی بناء پر روایت کی ثقاہت مشکوک ہو گئی ہے۔ اور روایت قابل اعتبار نہیں رہی

تیسری دلیل جس کو منکرین ختم نبوت حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا دوبارہ نزول ہے۔ ان کے بقول جب حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے تصورِ ختم نبوت مجروح نہیں ہوتا۔ تو دوسرے مدعیان نبوت کی آمد سے یہ عقیدہ کیسے مجروح ہو سکتا ہے۔ ان کی اس دلیل کا محاکمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰؑ دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ خوف طوالت روایات کو نقل کرنے سے مانع ہے۔ قومی ڈائجسٹ کے قادیانی نمبر (ص ۲۷۹ ۲۸۸) میں فاضل مرتب نے اکیس مستند روایات لکھی ہیں۔ جو کہ حدیث کی معتبر کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ "سیرت سرور عالمؐ" میں مولانا مودودیؒ نے (جلد نمبر ۱) "نزول مسیح" کے موضوع پر کافی بحث کی ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ نزول کے بعد ان کی حیثیت کے ثبوت میں صرف تین آراء پیش کی جاتی

© rasailojaraid.com

ہیں۔

(۱) علامہ تفتازانی "شرح عقاید نسفی" میں لکھتے ہیں۔ "یہ بات ثابت ہے کہ محمدؐ آخری نبی ہیں اگر کہا جائے کہ آپ کے بعد عیسیٰؑ کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ ہاں آیا ہے۔ مگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے۔ کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے۔ اس لئے نہ اُن کی طرف وحی ہو گی۔ اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے۔ بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے"

(۲) علامہ محمود آلوسی تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۲۲ صفحہ ۳۲ پر ارقام فرماتے ہیں۔ "پھر عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے بہر حال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے۔ مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ (پچھلی شریعت) اُن کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت کی پیروی کے مکلّف ہوں گے لہٰذا ان پر نہ اب وحی آئے گی۔ اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہو گا۔ بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور آپؐ کی امت میں امت محمدیہؐ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے"

(۳) امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر کی جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۴۳ پر فرماتے ہیں۔ "انبیاء کا دور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تھا۔ جب آپ مبعوث ہو گئے۔ تو انبیاء کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نازل ہونے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے" [۳۴]

اب آخر میں نبوت کے خاتمہ کی ایک اور وضاحت کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ کسی قوم میں پہلے کوئی نبی نہ آیا ہو اور کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکتا ہو۔ دوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو۔ یا اس میں تحریف ہو گئی ہو۔ حتیٰ کہ پیروی ناممکن ہو جائے۔ سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو۔ لہٰذا تکمیل دین کے لئے مزید انبیاء کی

d.com

ضرورت ہو۔ چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔ اب ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی۔ جو کہ ضرورتِ نبوت کا تقاضا کرے۔ قرآن مجید ہی میں متعدد مقامات پر بالتصریح بیان موجود ہے کہ ہر علاقے اور ہر قوم کی طرف ہادی، رسول یا ڈرانے والا بھیجا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات قرآن و حدیث کی شکل میں محفوظ و مامون ہیں اور یہ بھی آپؐ کا ایک معجزہ ہے کہ قرآن میں ایک شوشہ کی بھی آج تک تحریف نہیں ہو سکی۔ اس لئے کہ خود اللہ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ ہے سورۃ المائدہ میں اس دین کو مکمل اور اس نعمت کو تمام قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو عالمین کی طرف رحمت اور ساری دنیا کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

اب میں اپنے مضمون کو علامہ اقبال کے نظریئے پر ختم کرتا ہوں۔ عقیدہ ختم نبوت کو حتی المقدور واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب راستہ پکڑنا انسانوں کے اپنے بس میں ہے یا پھر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہدایت کا دار و مدار ہے۔ جو صراط مستقیم پر چل پڑا اس کی خوش بختی ہے اور جو رہ گیا وہ سمجھ لے کہ خدا نے اسے ہدایت کی توفیق ہی نہیں دی۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد　　　بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایام را　　　او رسلؐ را ختم وما اقوام را
خدمتِ ساقی گری باما گذاشت　　　داد مارا آخریں جامے کہ داشت
لانبی بعدی احسانِ خدا است　　　پردۂ ناموس دینِ مصطفیٰؐ است

عن عثمان قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

© rasailojaraid.com

لطف الرحمٰن خان

کیا عربی زبان مشکل ہے؟

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی ہارنے کے بعد برِّ صغیر پر انگریزوں کا تسلط مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد عیسائیت کی تبلیغ کے لئے پادریوں کا لشکر حملہ آور ہوا اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد اس وقت کے برطانیہ کے وزیرِ اعظم کو خیال آیا کہ تبلیغی مشن پر بے تحاشا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ معلوم کیا جائے کہ اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے۔ اس کے طلب کرنے پر جب نتائج اس کے سامنے آئے تو وہ انتہائی مایوس کن تھے۔ چنانچہ اس نے تبلیغی مشن کے سربراہ کو طلب کیا اور اس سے سوال کیا کہ اتنے وسائل ضائع کر کے یہ نتیجہ حاصل کرنے سے بہتر کیا یہ نہیں ہے کہ اس مشن کو ختم کر دیا جائے؟ مشن کے سربراہ نے جواب دیا کہ جناب درِ اصل آپ ہمارے مشن کے اصل مقصد کو نہیں سمجھ سکے۔ ہمارا مشن یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو عیسائی بنایا جائے۔ بلکہ ہمارا اصل مشن یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان نہ رہنے دیا جائے ــــــ اور تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنے اس اصل مشن میں پوری طرح کامیاب رہے۔

اس مشن کی تکمیل کے لئے انہوں نے بے شمار ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مثلاً لفظ مُلّا اسلامی معاشرہ میں ایک ایسا ہی معزز خطاب تھا۔ جیسے انگریزی معاشرہ میں "سر" کا خطاب ہے۔ لیکن آج ہمارے معاشرہ میں مُلّا بطور گالی استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح کی اور مثالوں سے یہ بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ انہوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلامی شعائر اور تشخص کو ہماری نظر میں نہ صرف بے وقعت کر دیا بلکہ اس کے خلاف نفرت بھی پیدا کر دی۔

انگریزوں کو ان کے "اصل مشن" میں کلیدی کامیابی اس وقت حاصل ہوئی

جب وہ ہم کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ عربی زبان بہت مشکل ہے۔ اس کو پڑھنا اور سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس زہریلے پروپیگنڈے کے پیچھے دراصل جو روح کارفرما ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ان کے سرچشمۂ ہدایت یعنی قرآن و حدیث سے رابطہ منقطع کر دیا جائے۔ تاکہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ خواہ کچھ بھی بنے لیکن مسلمان نہ بن سکے۔

رہی سہی کسر ہمارے عربی داں طبقہ نے پوری کر دی۔ وہ اسلام دشمنی میں نہ سہی لیکن نادان دوستی میں عموماً یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ عربی بہت مشکل ہے۔ اس طرح اسلام دشمن عناصر کو سند مل جاتی ہے۔ دونوں کی نیتیں خواہ کتنی ہی مختلف ہوں لیکن نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے یعنی ہمارے سرچشمۂ ہدایت سے ہمارا رشتہ کٹ جاتا ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ صحیح صورت حال واضح ہو اور ہمیں حقیقت کا علم ہو کہ عربی زبان دراصل کتنی مشکل یا کتنی آسان ہے؟ اس حقیقت کو جاننے کے لئے پہلے بات ہمیں یہ سمجھ لینی چاہئے کہ دنیا میں کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ محنت تو کرنا ہی پڑے گی۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ جس زبان کی گرامر (صرف و نحو) کے قواعد زیادہ جامع ہوں گے اور جس میں قواعد کلیہ (General Rules) زیادہ اور استثناءات (Exeptions) کم ہوں گے اس زبان کا سیکھنا نسبتاً آسان ہو گا۔ اس لئے کہ ہمیشہ پہلے کوئی زبان وجود میں آتی ہے اور بعد میں اس کی گرامر ترتیب دی جاتی ہے۔

اور دنیا کی کسی بھی زبان میں اس کی گرامر کے قواعد کا اطلاق اس زبان کے الفاظ کی اکثریت پر ہوتا ہے۔ یہ قواعد نسبتاً تھوڑے ہوں گے اور اگر استثناءات زیادہ ہوئے تو قواعد میں کثرت بھی ہو گی اور ان کے سیکھنے میں دقت اور الجھن بھی زیادہ ہو گی۔ گویا اصولی بات یہ سمجھ لیجئے کہ جس زبان کی گرامر زیادہ سے زیادہ الفاظ پر حاوی ہو گی یعنی قواعد کلیہ زیادہ ہوں گے تو یقیناً اس کی گرامر کو سمجھنے میں نسبتاً زیادہ محنت درکار ہو گی لیکن ایک مرتبہ جب گرامر سمجھ میں آ گئی تو خود اس زبان کو سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا۔ اس لئے کہ گرامر کے قواعد سے استثناء کی صورتیں کم سے کم ہوں گی، جو کہ کسی زبان کو سمجھنے میں درحقیقت مشکلات

© rasailojaraid.com

پیدا کرتی ہیں۔ اس کے برعکس جس زبان کی گرامر نسبتاً کم الفاظ پر حاوی ہوگی، اس کی گرامر کو سمجھنے میں محنت بھی زیادہ درکار ہوگی اور اس زبان کو سمجھنے میں زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ اس میں استثنا نسبتاً زیادہ ہوں گے۔

عربی زبان کے متعلق دنیا کے ماہرینِ لسانیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ عربی کی گرامر دوسری زبانوں کے مقابلہ میں مکمل ترین ہے یعنی اس زبان میں قواعد سے استثنا کی صورتیں دوسری زبانوں کے مقابلہ میں سب سے کم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربی کو سب سے زیادہ سائنٹفک زبان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ عربی گرامر سمجھنے کے بعد اس زبان کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے جبکہ دنیا کی دوسری زبانوں کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

اس بات کو ہم چند مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عربی میں فعلِ ماضی سے فعل مضارع (وہ فعل جو حال اور مستقبل دونوں کے معنی دیتا ہے) بنانے کچھ قواعد مقرر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ایک طالب علم کو یہ قواعد سمجھنے اور یاد کرنے میں کچھ وقت صرف کرنا پڑے گا اور تھوڑی سی محنت بھی کرنی ہوگی لیکن ایک مرتبہ جب اس نے قواعد کو سمجھ کر یاد کر لیا تو اب اس کا کام آسان ہو گیا مثلاً کسی فعل کا صرف ماضی اور اس سے اس کا مضارع بنانے کے کچھ مقررہ قواعد سیکھ لیں۔ ان کو سمجھ لینے سے عربی زبان میں فعل کے صیغوں کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور اس طرح زبان کو سمجھنے کا کام آسان ہو گیا۔ برخلاف اس کے فارسی میں ماضی سے مضارع بنانے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ فارسی گرامر کے طالب علم کا کام فعل کی گردان تک تو اگرچہ ہلکا ہو گیا لیکن زبان کو سمجھنے کے لیے اسے جو مشکل پیش آئے گی، اس کا اندازہ کرنے کی کوشش کیجیے۔ ذخیرہ الفاظ کے لئے اسے ہر فعلِ ماضی کے ساتھ ساتھ اس کا مضارع بھی یاد کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مصدر سے مضارع بنانے کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ یہ بات نہ صرف زیادہ محنت طلب ہے بلکہ زبان کو سمجھنے میں رکاوٹ بھی ہے۔

اسی طرح عربی میں افعال اور اسماء (مشتقہ) کے کچھ مقرر وزن ضرور یاد کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً اسم ظرف یعنی کسی کام کے کرنے کی جگہ یا وقت کے لیے لفظ بنانے کے لیے "مَفعَلٌ" اور "مَفعِلٌ" کا وزن مخصوص ہے۔ طالب علم کو یہ وزن یاد کرنا ہوگا لیکن اس کے بعد اس کا کام آسان ہو

جاتا ہے۔ ذخیرہ الفاظ میں اسے صرف فعل ماضی کا صیغہ معلوم ہونا چاہیئے۔ اس سے اسم ظرف وہ خود بنالے گا۔ جیسے قَتَلَ کے معنیٰ ہیں' اس نے قتل کیا' اس سے مَقْتَلٌ کا لفظ وہ خود بنالے گا جس کے معنیٰ ہیں 'قتل کرنے کی جگہ' یا سَجَدَ کے معنیٰ ہیں 'اس نے سجدہ کیا' اس سے 'مَسْجِدٌ' وہ خود بنالے گا جس کے معنی ہیں 'سجدہ کرنے کی جگہ'۔

اسی طرح کسی کام کے کرنے کے آلہ کا لفظ بنانے کے اوزان بھی مخصوص ہیں۔ جیسے 'فَتَحَ' کے معنیٰ ہیں 'اس نے کھولا' اب کھولنے کے آلہ یعنی کنجی کا لفظ مِفْعَالٌ کے وزن پر 'مِفْتَاحٌ' بنے گا۔ اسی طرح کسی کام کے کرنے والے اور جس پر کام کا اثر ہو' دونوں کے الفاظ بنانے کے بھی مخصوص اوزان ہیں۔ جیسے 'قتل کرنے والا' 'سجدہ کرنے والا' اور 'کھولنے والا' ان سب کے الفاظ 'فَاعِلٌ' کے وزن میں 'قَاتِلٌ'، 'سَاجِدٌ' اور 'فَاتِحٌ' بنیں گے۔ اور 'مَفْعُوْلٌ' کے وزن پر 'مَقْتُوْلٌ'، 'مَسْجُوْدٌ' اور 'مَفْتُوْحٌ' بنیں گے۔

آپ نے دیکھا کہ چند قواعد اور اوزان یاد کرنے کی وجہ سے زبان کو سمجھنے کا کام کتنا آسان ہوگیا۔ فعل کے صرف ماضی کا صیغہ اگر معلوم ہو تو اس سے متعلق فعل حال یا فعل مستقبل اور ظرف (جگہ یا وقت) آلہ۔ فاعل۔ مفعول وغیرہ کے الفاظ یاد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کے بنانے کے قواعد کلیہ موجود ہیں۔ یہ سہولت دوسری زبانوں میں یا تو موجود ہی نہیں ہے اگر ہے بھی تو اتنی باضابطہ اور ہمہ گیر نہیں ہے۔ اب آپ خود انصاف کریں کہ عربی کا طالب علم قواعد (گرامر) کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے میں چند ماہ صرف کرکے زبان کو سمجھنے میں کتنی محنت اور کتنا وقت بچا لیتا ہے۔ مخالفینِ اسلام عربی قواعد کے حوالہ سے شور مچاتے ہیں کہ عربی بڑی مشکل ہے لیکن اس حقیقت کا کوئی حوالہ نہیں دیتے کہ قواعد میں کلیت اور جامعیت پائے جانے کے باعث ان قواعد کو سمجھنے کے بعد زبان سمجھنا کتنا آسان ہو جاتا ہے۔ مشکل کا ذکر کرنا اور اس مشکل سے کھلنے والی آسانی کی راہوں کا ذکر نہ کرنا کم از کم بھی علمی دیانت داری تو نہیں ہے۔

اسی طرح ہمارے پڑھے لکھے طبقہ کو یہ یقین دلا دیا گیا ہے کہ عربی لغت (DICTIONARY)

© rasailojaraid.co